Oriental College Magazine, Vol.101, No. 03, Serial No. 381, 2025

اقبال اور جدید نوجوان: سوشل میڈیا دور میں اقبال کے افکار کی معنویت

عطاء الرحمن عطاء
لیکچرار اُردو
یونیورسٹی آف جھنگ، جھنگ

Iqbal and Modern Youth: The Significance of Iqbal’s thoughts in the Social Media era

Atta ur Rehman Atta
Lecturer Department of Urdu
University Of Jhang, Jhang

Abstract

In the contemporary era, social media, when utilized with responsibility and a constructive outlook, possesses the potential to serve as a highly influential instrument for societal development. Within the framework of Allama Iqbal’s intellectual legacy, the positive role of social media can be understood across multiple dimensions. Iqbal consistently emphasized the recognition of selfhood, the elevation of thought and action, and the promotion of collective welfare. His vision was deeply rooted in the advancement of knowledge, the strengthening of national unity, the preservation of moral values, and the cultivation of creative capacities in diverse domains such as literature, poetry, fine arts, and technology. If social media is engaged in accordance with these guiding principles, it may emerge as a constructive and transformative force for social progress.

Keywords:
Allama Muhammad Iqbal, Intellectual Legacy, Social Media, poetry

عصری دور میں، سوشل میڈیا، جب ذمہ داری اور تعمیری نقطہ نظر کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے، سماجی ترقی کے لیے ایک انتہائی بااثر آلہ کے طور پر کام کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ علامہ اقبال کی فکری میراث کے فریم ورک کے اندر سوشل میڈیا کے مثبت کردار کو متعدد جہتوں میں سمجھا جاسکتا ہے۔ اقبال نے خودی کی پہچان، فکر و عمل کی بلندی اور اجتماعی فلاح و بہبود پر مسلسل زور دیا۔ ان کا نقطہ نظر علم کی ترقی، قومی یکجہتی کی مضبوطی، اخلاقی اقدار کے تحفظ اور ادب، شاعری، فنون لطیفہ اور ٹیکنالوجی جیسے متنوع شعبوں میں تخلیقی صلاحیتوں کی آبیاری میں جڑا ہوا تھا۔ اگر سوشل میڈیا ان رہنما اصولوں کے مطابق کام کرے تو یہ سماجی ترقی کے لیے ایک تعمیری اور تبدیلی لانے والی قوت بن کر ابھر سکتا ہے۔

سوشل میڈیا نے اکیسویں صدی میں ابلاغ کے ذرائع کو یکسر بدل دیا ہے۔ ہر فرد اب محض معلومات کا صارف نہیں بلکہ ایک فعال تخلیق کار بھی ہے۔ اس تناظر میں اقبال کے تصورات غیر معمولی اہمیت اختیار کر لیتے ہیں۔ کیونکہ یہ تصورات فرد کو اپنی داخلی قوت کو پہچاننے، سچائی پر قائم رہنے، اور فکری و اخلاقی خود مختاری قائم کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ موجودہ ڈیجیٹل فضا میں جہاں معلومات کی ترسیل تیز، کثیر الجہتی اور غیر مرکوز ہے وہاں اقبال کے تصورات اور فکری آزادی کی نئی معنویت سامنے آتی ہے۔ اس مقالے میں اقبال کے منتخب افکار و تصورات کو سوشل میڈیا کے تناظر میں پرکھا گیا ہے۔ اور اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ کہ ان کا پیغام کس طرح آج کے نوجوانوں کی فکری و اخلاقی ارتقاء میں رہنمائی کر سکتا ہے۔

اقبال کے نزدیک خودی کا مطلب ہے۔ فرد کی روحانی اور اخلاقی خود مختاری، سوشل میڈیا پر ڈیجیٹل شناخت کا تصور بعض اوقات صرف فرضی اور نمائشی ہوتا ہے۔ مگر اقبال کے نزدیک اصل شناخت کردار اور مقصد سے جڑتی ہے۔ آج کا نوجوان اگر اپنی آن لائن موجودگی کو اقبال کے تصور خودی سے ہم آہنگ کرے تو وہ صرف لائکس اور فالورز کا محتاج نہیں رہتا، بلکہ فکری اثر قائم کر سکتا ہے۔ اقبال کے افکار نوجوان کو اس امر کی ترغیب دیتے ہیں۔ کہ وہ سوشل میڈیا کو ذاتی برانڈنگ کی بجائے فکری خدمت اور اجتماعی بھلائی کے لیے استعمال کرے۔

آزاد فکری کی بات کریں تو آپ آزاد فکر کو ایمان کا حصہ سمجھتے ہیں۔ سوشل میڈیا پر معلومات کے انبار کے باوجود فکری غلامی فیک نیوز اور رائے کی یکسانیت کے مسائل درپیش ہیں۔ باوجود اس کے آپ کے نزدیک سچ کی تلاش، تنقیدی سوچ، روایت اور جدیدیت میں توازن قائم کرنا ضروری ہے۔ یہ خصوصیات ڈیجیٹل فضا میں بھی ناگزیر ہیں۔ سوشل میڈیا پر فعال کردار مثلاً سماجی مسائل پر آگہی مہمات، فن اور ادب

کی ترویج اور علمی پروگرام میں شمولیت اقبال کے عملی مسلمان کے تصور سے ہم آہنگ ہیں۔ ذاتی زندگی میں مداخلت اقبال کی تعلیمات میں ضبط نفس، سچائی اور انسانیت سے محبت اصول ہیں۔ جو سوشل میڈیا کے منفی پہلوؤں جھوٹی خبروں کا پھیلاؤ سائبر کرائم جیسے بہت سے مسائل میں مدد دے سکتے ہیں۔ اقبال کا آزاد فکری کا نظریہ آن لائن مکالمے میں تنقیدی سوچ پیدا کرتا ہے۔ اگر ان کا پیغام آج کے ڈیجیٹل صارفین کی زندگی میں شامل ہو جائے، تو سوشل میڈیا محض تفریح کا ذریعہ نہیں بلکہ فکری اور اخلاقی ارتقا کا پلیٹ فارم بن سکتا ہے۔

زمان و مکاں کی اگر بات کریں تو آپ نے زمان و مکاں کو صرف مادی پیمانوں میں نہیں دیکھا۔ ان پر برگساں اور رومی کا بھی اثر تھا۔ اور وہ وقت کو زندہ حقیقت مانتے تھے۔ نہ کہ محض گھڑی کی سوئیوں کا چلنا۔ ان کے نزدیک زمان دورانیہ ہے۔ ایک مسلسل بہاؤ جو تخلیق تبدیلی اور خودی کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ وہ ماضی حال اور مستقبل کو الگ الگ خانوں میں نہیں بانٹتے، بلکہ ایک مسلسل تخلیقی عمل سمجھتے ہیں۔ جبکہ مکان اقبال کے ہاں محض فاصلہ یا جغرافیہ نہیں بلکہ ایک ایسا دائرہ ہے۔ جہاں انسان اپنی خودی کو عملی شکل دیتا ہے۔ وہ مکاں کو محدود نہیں سمجھتے خودی ہی جتنی بلند ہو مکان کی قید اتنی کم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اقبال کے شاہین کی اگر بات کریں تو جو صفات شاہین کی ہیں۔ وہ سوشل میڈیا پر اپنائیں تو فالورز بڑھانے کی بجائے معاشرتی بھلائی یا ذاتی علم میں اضافہ ہو، اپنی پسند اور تحقیق سے مواد دیکھیں، ہر خبر یا جھگڑے میں شامل نہ ہوں، بلکہ صرف وہی شیئر کریں، جو اہم، سود مند اور ضروری ہو، اس وقت سوشل میڈیا سے دور رہ کر اپنے خیالات کو پروان چڑھائیں، اپنی آواز اور نقطہ نظر پر بھروسہ اور دوسروں کی رائے کے خوف سے آزاد ہو کر سوچیں، مجھے ایسے لگتا ہے اگر اقبال آج ہوتے تو شاید وہ سوشل میڈیا کو ایک موقع بھی سمجھتے اور ایک چیلنج بھی موقع اس لیے کہ انسان اپنی آواز فکر اور عمل کو وقت اور مکان کی قید سے آزاد کر کے دنیا تک پہنچا سکتا ہے۔ چیلنج اس لیے کہ اگر انسان خودی سے غافل ہو تو یہ پلیٹ فارم اسے عارضی توجہ اور سستی شہرت کے جال میں پھنسا بھی سکتا ہے۔

آپ کے عشق کا بھی یہی حال ہے۔ کہ آج کا نوجوان فالورز کے بجائے نظریے کا پیروکار بننے کی فکر کرے، وائرل ہونے کی بجائے اثر ڈالنے کو مقصد بنائے کیونکہ یہ عشق ہی وہ جذبہ ہے۔ جو زندگی کو قوت بخشتا ہے۔ انسان کو خودی عمل، قربانی اور بلندی کی طرف لے جاتا ہے۔ یہی عشق علم کو روح دیتا ہے۔ تاکہ علم معلومات کا ڈھیر نہ ہو بلکہ عمل کا محرک ہو۔

اقبال تعلیم کو صرف معلومات حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بناتے۔ بلکہ ان کے ہاں تعلیم کے تین بڑے مقاصد واضح طور پر نظر آتے ہیں: پہلا خودی کی بیداری، دوسرا کردار سازی، تیسرا علمی مقصدیت،

جب یہ تینوں مقاصد ہمارے سامنے ہوں گے تو ہم لائکس اور فالورز کی غلامی سے نکل ائیں گے,ٹرینڈز کے پیچھے اندھا دھند دوڑ کو ختم کر دیں گے، غیبیت، سنسنی اور فوری رد عمل جو جذباتیت کو بڑھاتا ہے عقل اور فہم کو ختم کرتا ہے اور وقت کے ضیاع سے بچ نکلیں گے۔

اسی طرح اگر فلسفہ حیات و ممات کی بات کی جائے اپ کے نزدیک زندگی اور موت کا مفہوم نیز حیاتیاتی نہیں، بلکہ روحانی اور فکری ہے۔ حیات سانس لینے کا نام نہیں بلکہ مقصد، جدوجہد اور مسلسل تخلیق کا نام ہے۔ موت سے جسمانی انجام نہیں بلکہ روح کی جمود، مقصد سے غفلت اور ارادے کی موت بھی ہے۔اپ کے ہاں موت ایک شکست نہیں، بلکہ ایک دروازہ ہے۔ جو کسی اعلی تر زندگی کی طرف کھلتا ہے۔ بشر طیکہ دنیا کی زندگی کو با معنی اور جدوجہد سے بھرپور گزارا ہو۔

آن لائن حیات: مطلب مسلسل اپڈیٹس تصویریں سٹوریز ٹرینڈ میں شمولیت گویا دکھائی دینے والی زندگی ہے۔ آن لائن موت: فالورز کم ہونا, پوسٹوں پر لائکس نہ آنا یا ڈیجیٹل خاموشی, اقبال کے ہاں یہ ایک سطحی تصویر حیات ہے. کیونکہ اصل زندگی وجود کے مقصد سے جڑتی ہے.نہ کہ آن لائن موجودگی سے۔

اقبال کا تصور امت ہمیں یہ سبق دیتا ہے۔ کہ امت ایک روحانی اور اخلاقی وحدت ہے۔ جس کی بنیاد اسلام ہے۔ آج کا سوشل میڈیا امت کے لیے ایک نیا امتحان ہے۔ یہ یا تو قرآنی وحدت اور باہمی اخوت کو زندہ کر سکتا ہے۔ یا پھر اختلاف اور انتشار کو بڑھا کر امت کو کمزور کر سکتا ہے۔ ایسے میں اقبال کا پیغام یہ ہے کہ امت کا اصل سرمایہ ایمان اور اخوت ہے۔ سوشل میڈیا کو اسی روح کے ساتھ استعمال کیا جائے تو یہ امت کو جوڑنے اور ملت کو مضبوط کرنے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔اسی طرح جو ریاست کا تصور ہے۔ وہ قانون الہی اور اخلاقی اصولوں کا مظہر ہے۔ آج کے سوشل میڈیا دور میں ضرورت ہے۔ کہ ریاست اس طاقتور پلیٹ فارم کو عوامی شعور بڑھانے ،انصاف اور اتحاد قائم کرنے کے لیے استعمال کرے، اقبال ہمیں یاد دلاتے ہیں۔ کہ ریاست کی اصل بنیاد عدل اور خودی کی حفاظت ہے۔ اگر سوشل میڈیا کو ان مقاصد کے لیے بروئے کار لایا جائے تو یہ ریاست کو مضبوط کر سکتا ہے۔اور جہاں تک عقل کی بات ہے۔ تو عقل محض اعداد و شمار کا کھیل نہیں بلکہ حقیقت کی تلاش ہے۔ سوشل میڈیا ایک ڈیجیٹل عقل کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ اقبال ہمیں یاد دلاتے ہیں۔ کہ عقل کو عشق ایمان اور اعلی اقدار کے مطابق کرنا ضروری ہے۔ ورنہ یہ خود انسان کے لیے زنجیر بن جائے گی۔ تصور انسان اور کائنات کو اگر دیکھیں تو اقبال کے نزدیک انسان اور کائنات دونوں مسلسل حرکت اور ارتقا کے مظاہر ہیں۔ آج کا سوشل میڈیا دراصل ایک نئی کائنات ہے۔ جو

انسان کے لیے امکانات اور خطرات دونوں رکھتی ہے۔ اگر ہم اقبال کی فکر کے مطابق اپنی خودی کو بلند کریں سوشل میڈیا کے علم اخلاق اور تخلیق کا ذریعہ بنائیں تو یہ کائنات ہمارے ارتقا میں مددگار ثابت ہوگی لیکن اگر ہم سطحیت، نفس پرستی اور وقت ضائع کرنے میں لگے رہیں تو یہ ہماری خودی کو مٹا دے گا اور ہمیں اپنی اصل عظمت سے دور کر دے گا۔

سوشل میڈیا اس دور میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کا ایک بہت بڑا ذریعہ بن گیا ہے۔ لیکن اس کے مثبت اور منفی پہلو ہیں مثبت پہلو جیسا کہ قران و سنت کی تعلیمات کو لاکھوں افراد تک پہنچانے کا موقع، نعتیں، دینی مضامین خطبات اور اسلامی پیغامات تیزی سے شیئر کرنے اور فراہم کرنے کا موقع، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے گوشے نئی نسل تک موثر انداز میں پہنچ جانے کا راستہ لیکن منفی پہلو جیسا کہ بعض لوگ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف جذباتی نعروں تک یا ٹرینڈ تک محدود کر لیتے ہیں۔ مگر عملی زندگی میں سنت کی پیروی کم نظر آتی ہے۔ تو ایسی صورتحال میں صرف سوشل میڈیا کے مثبت پہلوؤں کو اجاگر کرنا ہم سب کی اصلاح فلاح کے لیے عین ممکن اور ضروری ہے۔

علامہ محمد اقبال بیسویں صدی کے عظیم مفکر، شاعر اور فلسفی تو تھے ہی لیکن دور حاضر میں نوجوانوں کے لیے مثال اور رہنما آج بھی ہیں۔ ان کا پیغام آج بھی اتنا ہی موثر ہے۔ جتنا ان کے اپنے زمانے میں تھا، لیکن سوال یہ ہے۔ کہ "سوشل میڈیا کے دور" میں اقبال نوجوانوں سے کیا چاہتے؟ اقبال اگر آج ہوتے تو وہ نوجوانوں سے جو تقاضے اور توقعات رکھتے، ان کا انداز کچھ مختلف نہ ہوتا البتہ ان کی ترجیحات اور اظہار کے طریقے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ ضرور ہوتے اقبال کا نوجوان محض عمر کا ایک مرحلہ نہیں، بلکہ وہ ایک روحانی و فکری انقلاب کا پیامبر ہے۔ یہ وہ فرزند خاک ہے جو اپنے اندر خودی کی روشنی، یقین کا جلال اور عشق کا جنون رکھتا ہے۔ اقبال کے نزدیک نوجوان وہ ہے۔ جو سرمایہ ملک و ملت امید اور مستقبل ہے۔ غیرت کردار اور علم سے لبریز ہے۔ وہ زمانے کی رو کے خلاف تیراکی کرتا ہے۔ وہ خواب دیکھتا ہے۔ مگر ان کو تعبیر دینے کا حوصلہ بھی رکھتا ہے۔ وہ نہ مغرب کا مقلد ہے، نہ مشرق کا غلام، وہ قران کا سپاہی اور رسالت کا امین ہے، ان کی شاعری میں اور نثر میں نوجوانوں کی اصلاح تربیت اور فلاح و بہبود کے حوالے سے کئی نایاب اور نادر موضوعات موجود ہیں۔

ان کا خیال تھا کہ قوموں کی تقدیر نوجوانوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ آج جب سوشل میڈیا نوجوانوں کی روزمرہ زندگی میں ایک مرکزی کردار ادا کر رہا ہے۔ تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا نوجوان فکر

اقبال سے جڑے ہوئے ہیں؟ اور کیا سوشل میڈیا اس تعلق کو مضبوط کر رہا ہے یا کمزور؟ اقبال کا تصور خودی، عشق اور عمل نوجوان کو اپنے آپ کو پہچاننے، مقصد زندگی جاننے اور قوم کی خدمت کے لیے تیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ ان کے اشعار میں جوش، ولولہ اور فکری گہرائی ہے۔ ذیل میں شعر ملاحظہ کیجیے

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا میرے(۱)

آپ جب نوجوانوں کی بے عملی تساہل پسندی، غفلت، لاپرواہی غیر ذمہ داری، جمود کی کیفیت، مایوسی اور مادیت پرستی کو دیکھتے ہیں تو ان کا دل نوجوانوں کے اس تنزل پر خون کے آنسو روتا ہے، ان کی اس کیفیت کی ترجمانی ذیل کے شعر میں ملاحظہ فرمائیں!

تیرے صوفے ہیں افرنگی، تیرے قالین ہیں ایرانی
لہو مجھ کو رلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی(۲)

ایک اور جگہ اقبال اس طرح مخاطب ہیں!

نوجواں نے تشن لب خالی ایاغ
شستہ رو تاریک جاں روشن دماغ(۳)

مذکورہ حالت اور کیفیت کے باوجود اقبال نوجوانوں کے بہت بڑے رہنما اور مصلح ہیں۔ اس لیے وہ مایوس بالکل بھی نہیں ہوتے، بلکہ وہ اس مایوسی اور تاریکی کو عارضی سمجھتے ہوئے نوجوانوں کو کہیں ترغیب دیتے ہیں۔ تو کہیں ان کے لیے دعا گو نظر آتے ہیں۔ کبھی کمزوریوں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ تو کہیں دادو تحسین سے ہمت بندھاتے ہیں۔ کہیں قرون اولی کے مسلمانوں کے ساتھ ان کا موازنہ کر کے عزم و استقلال کا درس دیتے ہیں۔ تو کہیں مغرب کی زہریلی تہذیب کے نقصانات بتاتے ہیں۔ امت کے پیروں کو کمزوری کی علامت قرار دیتے ہیں۔ کیوں کہ وہ خود جمود کی کیفیت اور فقط اندھا دھند تقلید میں مبتلا ہیں۔ آپ پیر حرم کو یہ پیغام دیتے ہیں۔ کہ یہ خانقاہی رسم و راہ سے نکل کر اپنے نوجوانوں کو خود شکنی اور خود نگری کا سبق دیں، تاکہ مغرب نے جو سازشی مادیت پرستی کا سنگین جال بچھا رکھا ہے سے محفوظ رہا جا سکے۔

جن کا سب سے بڑا اس دور کا ہتھیار سوشل میڈیا ہے۔ اب اگر بات کریں تعلیم کی تو مغرب نے جو نظام تعلیم متعارف کروایا ہے۔ اس کی بنیاد بھی اسی مادیت پرستی پر استوار ہے۔ اس نظام تعلیم نے مشرق کے نوجوانوں کے اندر مغرب کی تقلید کے جذبات کو ابھار کر ان کے آھنی وجود کو چھین لیا ہے۔ اس لیے

نازک اجسام اپنی سہل پسندی کی وجہ سے ناکارہ اور بے عمل ہو کر رہ گئے ہیں۔ اسی دوران نئے نئے نظریات نے جنم لیا جیسا کہ اشتراکیت، ملوکیت، جدیدیت وغیرہ جس کی رو میں اقبال نے نوجوانوں کو بہتے ہوئے دیکھ کر یہ محسوس کیا کہ مسلم نوجوان اسلام سے بے یقین ہو کر تقلیدی رویے کے حامی بن رہے ہیں۔ تو عین اسی دوران اقبال نے مغربی نظام تعلیم کو زہر ہلاہل قرار دیا۔

لادیں ہو تو ہے زہر ہلاہل سے بھی بڑھ کر
ہو دین کی حفاظت میں تو ہر زہر کا تریاک(۴)

عقل پرستی اور مادہ پرستی لادینیت کا اسیر بناتی ہے۔اس لیے اقبال نے نوجوانوں کو یہ نصیحت فرمائی کہ وہ مادیت اور عقل پرستی سے خود کو محفوظ رکھے تاکہ شعار دین پر قائم رہ سکیں۔

طیب عثمانی جو اقبال کے ایک معتبر ناقد اور کلام اقبال کے شارح ہیں۔ نوجوانوں سے وابستہ اقبال کی امیدوں کا اظہار کچھ اس طرح کرتے ہیں۔

"اقبال نوجوانوں میں قوت و توانائی سادگی و دلآویزی چاہتے تھے۔ اور ان میں شیشہ سازی کی بجائے خارہ شگافی کے خواہشمند تھے۔ شہری زندگی کی پر تکلف اور مصنوعی زندگی کے مقابلے میں کوہستانی زندگی کی سخت کوشی کے حامی تھے۔"(۵)

اقبال کی آنکھ مغربی استعمار کے دور میں برصغیر میں کھلی اور پھر اقبال نے استعمار کے گھر جا کر بھی اس طرز زندگی کا مشاہدہ کیا۔ دونوں جگہوں پر اس کا رویہ مختلف پا کر ان کی منافقت اور مکاری کو اپنی شاعری میں یہاں کے لوگوں پر بے نقاب کیا۔ سب سے زیادہ جو نوجوانوں کی زندگیوں پر اثر انداز ہو رہا تھا اور ان کو بے یقینی کی طرف لے کر جا رہا تھا وہ فرنگیوں کا نظام تعلیم تھا۔

اکبر الہ آبادی اسی نظام تعلیم سے متعلق اس طرح کہتے ہیں:

یوں قتل سے بچوں کے وہ بدنام نہ ہوتا
افسوس کہ فرعون کو کالج کی نہ سوجھی(۶)

دین واخلاق کے خلاف اس ظاہری نظام تعلیم نے جو ایک گہری سازش ہے ا فرنگ کی مشرق کی نئی نسل بالخصوص امت مسلمہ کی نئی نسل کی روح کو اس طرح کچل دیا ہے کہ اب وہ فکر معاش میں سرگرداں آرام و سکون کی تلاش، مصلحت بینی کی نظر ہو گئی ہے۔ان کے دل سوز دروں سے خالی، نظریں ہاں ظاہری زیبائش و آرائش پر مرکوز ہیں۔ جس سے امت مسلمہ کے نوجوانوں میں بے باکی اور بے حیائی تو

پیدا ہوئی ہے۔ لیکن ندامت و شرمندگی و نم ناکی نہیں۔ آپ مغربی فلسفے سے بخوبی واقف تھے۔ اور اس بات کو بخوبی سمجھتے تھے کہ مغرب نے جتنے بھی نظریات دیے ہیں۔ وہ عقلی بنیاد پر ہیں۔ جبکہ روح کی تسکین سے ان کا کوئی تعلق نہیں، ایک ہی فلسفہ روح کی تسکین اور وسیلہ قرار قلب ہے وہ جو اسلام نے ہمیں عطا کیا ہے۔

ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی اقبال کی مشہور نظم "سخنے بہ نزاد نو" سے نصیحتیں اخذ کرتے ہوئے اسلامی اقدار کو فکر اقبال کے ساتھ کچھ اس طرح جوڑتے ہیں:

اعتدال اور میانہ روی اختیار کرو
احکام الٰہی کو اپنی گرہ میں باندھ لو
اپنے قلب سے روشنی حاصل کرو
عدل و انصاف کو ہاتھ سے نہ جانے دو
ضبط نفس سے اپنی جوانی کی حفاظت کرو

اقبال کو یقین تھا کہ اگر نوجوانوں میں یہ شعور پیدا کر دیا جائے، کہ مغرب کی شان و شوکت اور رنگین زندگی اخلاقی اور روحانی اقدار کے لحاظ سے کھوکھلی ہے۔ اور ان کی مادی ترقی صرف ایک جھانسا ہے۔ تاکہ مسلمانوں کو ذہنی غلام بنا کر اپنے مقاصد حاصل کیئے جائیں۔ تو نوجوانوں کو ان کی مرعوبیت سے نکالا جا سکتا ہے۔ اس سے آگے کا مرحلہ اتحاد ہے۔ جو مسلمانان برصغیر میں قائم کرنا ناگزیر ہے۔ جب کسی مسئلے کا صحیح ادراک اور تشخیص ہو جائے، تو ہر مسئلے کا حل آسانی سے نکالا جا سکتا ہے۔ اس طرح جب اقبال کے سامنے اسلام کی عظمت رفتہ، پھر تنزل اور پھر اس کے اسباب، مغربی تہذیب کا اصل چہرہ اور مسلمان نوجوانوں پر اس کے اثرات واضح تھے۔ تو ان کے لیے اس کا حل تلاش کرنا کہ مسلمانوں کو کس طرح پستی سے اٹھا کر بلندی اور عظمت رفتہ تک پہنچایا جاے مشکل نہ تھا۔ اس لیے ان کی شاعری اس قدر اثر پذیر ثابت ہوئی کہ نوجوانان ملت اس بات پر ڈٹ گئے کہ ہم اپنی الگ شناخت بنا کر رہیں گے۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ڈاکٹر محمد اقبال، کلیات اقبال،(لاہور: اقبال اکادمی، ۲۰۱۴ء)،۲۰۷۔

(۲) ایضاً۔

(۳) ایضاً۔

(۴) ایضاً۔

(۵) عثمان طیب ندوی، اقبال کا پیام (عصر حاضر کے نام)، (پٹنہ: حلقہ طلبہ اسلامی بہار، ۱۹۷۵ء)،۱۹۔

(۶) ڈاکٹر محمود الحسن عارف، اقبال اور عصری نظام تعلیم، (لاہور : مجلۃ الشعریعہ، جلد ۱، شمارہ (۱) نومبر ۲۰۰۰ء)،۱۲۔

(۷) جمیل احمد، اقبال کا تصور خودی اور موجودہ دور،(اسلام آباد: اکیڈیمی آف لیٹرز ۲۰۱۸ء)۔

References

(1) Dr. Muhammad Iqbal, *Kulliyyat-e Iqbal*, (Lahore: Iqbal Acedemy, 2014), p.207.

(2) ibid.

(3) ibid.

(4) ibid.

(5) Usman Tayyab Nadavi, *Iqbal ka pegham (Asr-e hazir k naam)*, (Patna: Halqa-e Talaba-e Islami Behar, 1975), p.19.

(6) Dr. Mehmood ul Hasan Arif, *Iqbal aur Asri Nizam-e Taleem*, (Lahore: Majjallah al-Sha'ria , Vol.1, No. 1, November 2000), p.12.

(7) Jameel Ahmad, *Iqbal ka Tasawwar-e Khudi aur Maujuda Daor*, (Islamabad: Acedemy of Letters 2018).

❖❖❖